بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے پچھلے دنوں دو دن کے ہی آگے پیچھے سے اردو کی بساطِ شعر وادب کے دو بہت ... مہرے اٹھ گئے مولانا عاشق حسین سیماب اکبرآبادی اور مولانا احسان خاں تاجور نجیب آبادی آج کل کے عام شاعروں کی طرح شاعر یا ادیب ہی نہ تھے بلکہ استاد۔ علم عروض و معانی و بیان اور لغت و قواعد لسان کے بڑے مبصر اور ناقد بھی تھے۔ سیماب ۱۸۸۰ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ اور جنوری ۱۹۵۱ء میں کراچی میں انتقال کر گئے شاعری اٹھارہ انیس برس کی عمر سے ہی شروع کر دی تھی اس طرح گویا مرحوم نے پوری ایک نصف صدی اردو زبان و ادب کی خدمت میں بسر کی، اس مدت میں سیکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں بے شمار مقالات نظمیں وغیرہ ان کے قلم سے نکلیں ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی نہایت وسیع تھا خط وکتابت کے ذریعہ ان کی فنی بصیرت و مہارت سے استفادہ کرتا رہتا تھا۔ ابتدا میں اگرچہ مرزا سے مشورۂ سخن کرتے تھے مگر جلد ہی ان کا اپنا ایک مخصوص رنگ قایم ہو گیا کثرت مطالعہ و فکر عمیق نے ان میں شعر و ادب سے متعلق ایک مجتہدانہ شان پیدا کر دی۔ وہ کسی کے مقلد نہیں تھے ہر چیز اور ہر شعری و ادبی مسئلہ کے متعلق اپنی ایک جچی تلی۔ سنجیدہ اور متین رائے رکھتے تھے اور علی البصیرت رکھتے تھے انھوں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے طوفانی اور انقلابی دور دیکھے جنھوں نے ادب و شعر کی پرانی قدروں کو متزلزل کر کے رکھ دیا اور صورت و معنی دونوں کے لحاظ سے شاعری کی دنیا میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ لیکن مرحوم ایک چٹان بنے اپنے مقام پر کھڑے رہے یہاں تک کہ انقلاب فکر و سخن کی موجیں ان سے ٹکرائیں اور بالآخر راستہ کاٹ کر ان سے اپنا دامن بچا کر نکل گئیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو سکا کہ مرحوم طرز قدیم کے حامل ہونے کے ساتھ وقت کے تقاضوں سے بھی بے خبر نہ تھے اور قدیم و جدید میں ہم آہنگی پیدا کر لینے کا ان میں بڑا اچھا سلیقہ

میں قویٰ ضعیف ہوگئے تھے لیکن پھر بھی تصنیف وتالیف اور شعری وادبی اصلاح وارشاد کے
میں برابر مصروف رہے اس بنا پر انھوں نے جو قلمی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے بلا مبالغہ اس
کوئی ادیب اور شاعر اس عہد میں اور قدرتِ کلام وجامعیتِ فن میں ان کا ہمسر وحریف نہیں ہو سکتا
قدرتِ کلام کا یہ عالم تھا کہ چند سال ہوئے انھوں نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا اور ندوۃ المصنفین
تھا کو بربنائے تعلقِ خاطر ومودتِ قدیم دکھانے اور ان سے رائے لینے کے لئے دہلی میں آکر تقریباً
ہفتے قیام کیا تو میں نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ میں قرآن مجید کے منظوم ترجمہ کا حامی نہیں ہوں میرے
ایسی کوشش نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر اور گمراہ کن ہو سکتی ہے۔ اس پر مرحوم نے کہا کہ آپ پہلے
پڑھ لیجئے اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کیجئے چنانچہ میں اس پر رضامند ہو گیا اور روزانہ دو دو تین
گھنٹے نکال کر مرحوم کے ساتھ ہی میں نے ترجمہ از اول تا آخر پڑھا اور میری حیرت کی انتہا نہ تھی جب میں
تھا کہ ترجمہ بہت بڑی حد تک اس قدر صاف اور رواں تھا کہ نظم اور نثر کا فرق ہی معلوم نہیں ہوتا تھا
محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ قیدِ وزن وقافیہ کی وجہ سے کسی جگہ بھی کوئی لفظ آگے پیچھے ہوا یا کسی مناسب
جگہ کوئی نامناسب لفظ رکھا گیا ہے۔

مولانا احسان اللہ خاں تاجور ۱۸۹۳ء میں نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ روہیلہ پٹھانوں کے
سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی پھر دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر اسلامی علوم
کی تکمیل کی۔ شعر وشاعری اور لکھنے کا ذوق فطری تھا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی میں بھی دار العلوم دیوبند
پایہ علمی اور دینی رسالوں القاسم اور الرشید میں ان کے مقالات نکلتے تھے یہاں سے
ہو کر وہ لاہور پہنچے اور سر عبد القادر مرحوم ایسے مربی اور مشفق کے فیضِ صحبت وتوجہ نے ان
چمکایا کہ وہ جلد ہی نہ صرف لاہور بلکہ شمالی ہندوستان کی علمی اور ادبی محفلوں کی رونق وزینت بن گئے
کے بلند پایہ شاعر اور زبان کے ماہر ونقاد اور نامور ادیب کی حیثیت سے پنجاب کے اساتذۂ فن
میں ایک نمایاں جگہ کے مالک ہوگئے۔ سینکڑوں نوجوان ان کے فیضِ صحبت وتعلیم سے اردو کے
ادیب وشاعر ہوئے وہ زندہ دلانِ پنجاب کے ادبی اکھاڑے میں ایک پہلوان کی حیثیت سے رہتے تھے۔